ازقلم مولانا عبدالمنان جانباز، سیالکوٹ

خودی وخودداری کے پیکر مولانا عبدالغفور اثری رحمۃ اللہ علیہ

ارشادِ نبوی ﷺ ہے: ''بے شک اللہ تعالیٰ کتاب ہدایت (قرآنِ کریم) کے ذریعہ سے لوگوں کو مقامِ عروج عطا کرتا ہے۔'' (صحیح مسلم)

ہماری یہ دنیا اپنی تمام تر رعنائیوں اور حد درجہ ترقی کمال تک پہنچنے اور مزید ایجادات وآسائشوں کے باوجود ایک مسلمان بندۂ مومن کی گردِراہ سے زیادہ کچھ نہیں، ایسی دنیاوی ترقی جس میں آخرت کی تیاری کا کوئی سامان نہ ہو، سراسر دھوکہ اور فریب ہے، دنیا کا بڑے سے بڑا حکمران بھی اس ایک غریب الدّیار بندہ مومن کے پایہ خاک کی دھول کے ذرّہ کے برابر بھی نہیں، جس کی زندگی کا مقصد رضائے الٰہی کا حصول ہے۔

شاعرِ مشرق علامہ اقبال نے نہایت خوبصورت مثال دیتے ہوئے لکھا:

نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کی ارادت ہو تو دیکھ ان کو
ید بیضاء لیے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں

دنیا میں علمائے حق کا وجود ہمیشہ سے رُشد وہدایت کا سبب رہا ہے، اور ان شاء اللہ رہے گا، آج یہ مضمون جس علمی شخصیت کے بارے میں ہمیں آگاہ کرے گا ان کا اسم گرامی ''مولانا عبدالغفور اثری'' ہے، مولانا اپنے متعلق خود فرماتے ہیں:

''میرے والد محترم کا نام معراج دین گاؤں کا نام موضع تمبولی، نزد سادھوکے ضلع گوجرانوالہ تاریخ پیدائش 5 اکتوبر 1965ء ہے، پرائمری تک تعلیم اپنے ہی گاؤں کے سرکاری اسکول میں حاصل کی، میٹرک تک آتے آتے مجھے دینی تعلیم کے حصول کا شوق پیدا ہوگیا، شدت شوق کی بنا پر اپنے بھائی رحمت اللہ صاحب کے پاس سیالکوٹ آگیا، جو اُن دِنوں سرجیکل کی فیکٹری میں ملازم تھے۔''

سیالکوٹ آمد:

یکم جولائی 1974ء بروز سوموار سیالکوٹ پہنچا، بھائی صاحب نے حاجی شیخ محمد اسلم مرحوم ناصر روڈ والے (حافظ فیصل افضل شیخ سیکرٹری جنرل اہل حدیث یوتھ فورس پاکستان) کے تایا کے ہاں ان کی فیکٹری سمال انڈسٹری اسٹیٹ سیالکوٹ میں خراد مشین پر کام پر لگوا دیا، جہاں میں دن کے وقت کام کرتا، جب کہ رات ان

کے بھائی حاجی شیخ محمد اکرم مرحوم کی تعمیر کردہ جامع مسجد اہل حدیث لاہوری شاہ ناصر روڈ میں قیام کرتا، یہ میری خوش قسمتی اور میرے بھائی کی حکمت عملی تھی کہ جس مسجد میں میرارات کا قیام تھا وہ محدث سیالکوٹ شیخ الحدیث مولانا محمد علی جانبازؒ کی علمی درس گاہ بھی تھی، اپنے خوابیدہ شوق کی آبیاری کے لیے میں نے کام کے ساتھ ساتھ دینی کتب کا مطالعہ بھی شروع کر دیا، خصوصاً دینی رسائل و جرائد میرے مطالعہ کے محور و مرکز تھے۔

چند ماہ مطالعہ کے بعد میں نے ایک مضمون بعنوان ''مسلمانو! اپنی امامت و رہبری کے منصب کو سنبھالو'' لکھا، جو ہفت روزہ ''اہل حدیث'' لاہور میں 15 نومبر 1974ء کے شمارے میں چھپ گیا، اپنی خوشی کے اظہار کے لیے میں نے مذکورہ مضمون مولانا جانبازؒ کو دکھایا، پڑھ کر نہایت خوش ہوئے اور فرمایا: جو کام بندہ خود کر سکے اسے دوسروں کے سپرد نہیں کرنا چاہیے، اپنا قیمتی وقت ادھر اُدھر ضائع کرنے کی بجائے اسے حصولِ دین اور اشاعت دین میں لگانا چاہیے۔

مولانا کی اس حوصلہ افزائی نے میری منزل کے نقوش راہ واضح کر دیے اور یوں میری زندگی کا بامقصد سفر شروع ہو گیا، فیکٹری میں میرا معمول تھا کہ اپنے حصہ کا کام جلد مکمل کر کے وہیں مطالعہ کرتا رہتا، مولانا جانبازؒ کا اپنا ذوق بھی چونکہ نہایت اعلیٰ عمدہ، شستہ اور تحقیقی تھا، لہٰذا مطالعہ کے لیے جو کتاب بھی وہ مجھے دیتے تھے مجھے اس کا بہت فائدہ ہوتا، رات کو مسجد میں قیام کے دوران دیکھتا کہ مولانا رات گئے تک مطالعہ کرتے رہتے ہیں، میں بھی پاس جا کر بیٹھ جاتا، مولانا اپنا لکھا ہوا میرے آگے رکھ کر فرماتے اسے پڑھ کر سناؤ، میں سنا دیتا، دورانِ سماعت میری اصلاح بھی فرماتے جاتے، آخر پر فرماتے مطالعہ بامقصد اور تحقیقی ہونا چاہیے، گویا مولانا کا یہ انداز میرے لیے ایک طرح کی تربیت اور حوصلہ افزائی تھا، چنانچہ وقت نے بعد میں ثابت کیا کہ مولانا جانبازؒ اپنے پاس بیٹھنے والوں میں تحریر و تحقیق کا جذبہ و ملکہ خوب پیدا فرماتے تھے، مجھے بھی مزید مطالعہ اور تحقیق کا شوق پیدا ہوا، میں رات گئے تک مطالعہ کرتا رہتا اکثر ایسا ہوتا مولانا آتے اور فرماتے: عبدالغفور اب سو جاؤ رات کافی ہو گئی، گویا یہ ان کی مجھ پر شفقت تھی، اسی دوران مولانا نے میری ذمہ داری تلواڑہ راجپوتاں اگوکی سیالکوٹ کی جامع مسجد اہل حدیث میں خطبہ جمعہ پڑھانے پر لگا دی۔

عملی زندگی کا آغاز:

جامع مسجد اہل حدیث محلہ لاہوری شاہ ناصر روڈ میں فجر کی اذان پڑھنا میرا معمول تھا، نماز فجر کے فوراً بعد جامع مسجد ابراہیمی میانہ پورہ میں مولانا فضل الرحمٰن کلیمؒ کبھی ساتھ والی مسجد ملا عبدالحکیم والی میں بریلوی مکتبہ فکر کے مولوی ضیاء اللہ قادری کا اور کبھی جامع مسجد اہل حدیث پل ایک میں مولانا قاری محمد اسماعیل اسدؒ کا درس سننا بھی میرا معمول تھا، یوں کہا جا سکتا ہے دینی معلومات کی طرف دلچسپی پورے زوروں پر تھی، مولوی ضیاء

اللہ قادری سے میری تعلق داری کافی گہری ہوتی جارہی تھی، اس کی ایک وجہ یہ تھی کہ اس کے کچھ رشتہ دار میرے آبائی گاؤں تمبولی میں رہتے تھے، جن کے ساتھ اس کا خاندانی اختلاف تھا اور وہ مجھ سے ان کے بارے میں معلومات لیا کرتا تھا، دورانِ درس مولوی ضیاء اللہ قادری کا مسلک اہل حدیث کے خلاف رویہ انتہائی سخت اور جارحانہ ہوتا، درس قرآن کے نام پر علمائے اہل حدیث کے نام لے لے کر الزام تراشیاں اور جھوٹا پروپیگنڈہ اس کا معمول تھا، میں بھی ان دنوں تازہ تازہ محقق تھا، اس لیے مجھے اس کے جھوٹ پر سخت طیش آتا، میرا جی چاہتا کہ کوئی تو ایسا ہو جو اس کے جھوٹ کا جواب دے اور اس کا منہ بند کرے، چنانچہ ایک دن میں نے اس بات کا ذکر شیخ الحدیث مولانا محمد علی جانبازؒ سے کیا، وہ فرمانے لگے: کیا چاہتے ہو؟ میں نے عرض کیا: اگر آپ سرپرستی فرمائیں تو اس کا جواب دینا چاہتا ہوں، مولوی ضیاء اللہ کا ایک طریقہ یہ بھی تھا کہ تبلیغ کے نام پر گاؤں گاؤں جاتا اور مسلک اہل حدیث کے خلاف زہر اُگلتا، مولانا جانبازؒ نے میری اور قاری محمد اقبال ربانی مرحوم جو ان دنوں مولانا کی ہی درس گاہ میں شعبہ حفظ القرآن کے مدرس تھے کی ڈیوٹی لگائی کہ جہاں جہاں یہ ہمارے اکابر کے خلاف تقریر کرے یا چیلنج دے وہاں وہاں اس کا پیچھا کرو اور اسی طرح اس کا جواب دو، اس مشن میں مولانا ثور اللہ واثق نائب خطیب جامع مسجد ابراہیمی تحصیل بازار بھی ہمارے معاون ہوتے۔

مناظرانہ تقریری دور کا آغاز:

اس مشن کے تحت ہمارا پہلا پروگرام تحصیل سیالکوٹ کے ایک مشہور قصبہ کوٹلی لوہاراں میں ہوا، حسب عادت مولوی قادری صاحب نے دورانِ تقریر علمائے اہل حدیث پر خوب طعن وتشنیع کی، کوٹلی لوہاراں کی جماعت اس تقریر کی ریکارڈ شدہ کیسٹ لے کر بطورِ اطلاع جامع مسجد ابراہیمی میانہ پورہ میں مولانا فضل الرحمٰن کلیمؒ کے پاس آئی، مولانا کلیمؒ اس وقت مسجد ابراہیمی میں خطیب تھے، وہ انہیں لے کر مولانا محمد علی جانبازؒ کے پاس ان کی درس گاہ ناصر روڈ آئے کہ اس کا کوئی حل نکالیں، اتفاق سے وہ جمعرات کا دن تھا، مولانا جانبازؒ نے مجھ سے پوچھا: میں تو پہلے ہی تیار تھا، چنانچہ اگلے روز کوٹلی لوہاراں کی جامع مسجد اہل حدیث میں جمعہ میں نے پڑھایا اور مولوی ضیاء اللہ کی ایک ایک بات کا ایسا مدلل اور مسکت جواب دیا کہ کوٹلی لوہاراں کی تاریخ گواہ ہے اس کے بعد موصوف کو پھر یہاں یوں دندناتے نہیں دیکھا گیا، یہ ہمارا پہلا ٹکراؤ تھا، جس کی گونج سیالکوٹ شہر کی در و دیوار تک سنائی دی، یوں ہمارا حوصلہ بلند ہوگیا، اب وہ آگے آگے اور ہم اس کے پیچھے پیچھے، جہاں جہاں وہ تقریر کرتا ہم جواباً اس کے پیچھے پہنچ جاتے، بہت جلد اللہ کے فضل سے ہم نے اسے شہر کی چار دیواری تک محدود کردیا۔

اسی طرح ایک دفعہ محلہ شہاب پورہ کی جمات کے ایک بزرگ صوفی عبدالعزیز صاحب مجھے بریلوی مکتبہ فکر کے شیخ الحدیث حافظ غلام حیدر خادمی صاحب کے پاس ان کی مسجد میں لے گئے، موصوف نے دورانِ خطبہ جمعہ

علمائے اہل حدیث کو چند مسائل پر چیلنج دیا تھا، خادمی صاحب ہمیں اپنی مسجد میں دیکھ کر ایسے بوکھلائے کہ اپنے ہی دیے ہوئے چیلنج سے منحرف ہوگئے، ہمارے بار بار اصرار کے باوجود ہمت نہ کی اور بات کرنے سے انکار کر دیا۔

پھر ایک دن خبر ملی کہ مولوی ضیاء اللہ قادری دوبارہ نکلے ہیں، پہلے موضع کھوگا گئے جب ہم پہنچے تو فرار ہوگئے، پھر موضع بٹر، پھر موضع ڈھولن، پھر سوہدرہ وزیر آباد، ہم بھی پیچھے، سوہدرہ میں تو ہم انہی کی مسجد میں جہاں وہ درس دے رہے تھے پہنچ گئے، ہمیں دیکھ کر موصوف فرمانے لگے میں آپ لوگوں سے بات نہیں کروں گا، بلکہ آپ کے اساتذہ سے بات کروں گا اور وہاں سے ایسے نکلے کہ دوبارہ نہیں گئے، دراصل مسلک اہل حدیث کے لیے شیخ الحدیث مولانا محمد علی جانبازؒ کا دیا ہوا یہ وہ مشن تھا کہ آج جب وہ دور یاد آتا ہے تو ایک عجیب سا سرور محسوس ہوتا ہے۔

مجلس مذاکرہ کا آغاز:

شیخ الحدیث مولانا محمد علی جانبازؒ جماعت اہل حدیث کے مخلص جید عالم دین اور زیرک انسان تھے، انھوں نے اپنی زیر نگرانی ایک مجلس مذاکرہ کا آغاز کیا، مناظرانہ تقاریر میں کامیابی کے بعد مولانا نے دیگر علمائے اہل حدیث کی تربیت کے لیے مجلس مذاکرہ کی بنیاد رکھی، اس پہلے مذاکرہ میں، میں نے اپنا پہلا مقالہ ''ہم اہل حدیث کیوں ہیں؟'' پیش کیا، مولانا نے اپنی درس گاہ کے ہال میں شہر بھر کے علماء اور علم دوست مزاج کے احباب کو دعوت دے رکھی تھی، چنانچہ میرے اس مقالے کو بڑی پذیرائی حاصل ہوئی، بعد ازاں یہی مقالہ کتابی شکل میں بھی شائع ہوا، اسی مجلس مذاکرہ کے تحت دوسرا مقالہ پروفیسر میاں محمد یوسف سجاد صاحب نے پیش کیا۔

تصنیفی دور کا آغاز:

سابق وزیر اعظم پاکستان ذوالفقار علی بھٹو نے بذریعہ پارلیمنٹ جب مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا، تو سیالکوٹ میں ایک مکتبہ فکر نے چوک امام صاحب میں اظہار تشکر کے لیے ایک جلسہ عام منعقد کیا، جس میں مرزائیوں کی بجائے مسلک اہل حدیث کے خلاف خوب زہر اُگلا اور قرارداد پاس کی کہ جس طرح مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا ہے وہابیوں کو بھی غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے، اسی جلسہ میں مولوی ضیاء اللہ قادری کا تازہ لکھا ہوا پمفلٹ بطور خاص تقسیم کیا گیا، جس کا عنوان تھا ''وہابیت و مرزائیت'' وہ پمفلٹ لے کر میں مولانا جانبازؒ کے پاس آ گیا، مولانا نے اسے پڑھا، نہایت رنجیدہ ہوئے، فرمانے لگے: اس کا جواب لکھ سکتے ہو؟ میں نے کہا: اگر آپ سرپرستی فرمائیں تو بھرپور بلکہ منہ توڑ جواب دیا جائے گا، فرمانے لگے: تو پھر جلد لکھو، چنانچہ مرزائیوں کی اپنی کتب اور اُن کے خلاف لکھی گئی کتب بطور حوالہ خریداری اور حصول کے لیے مولانا جانبازؒ نے خوب دل کھول کر مالی اور اخلاقی تعاون فرمایا، حوالہ جات کی تلاش کے لیے ربوہ اور چنیوٹ کے کئی اسفار کیے، کئی بار ایسا ہوا کہ میں نے

مرزائیوں کے ہاں ان کی لائبریری میں رات کا قیام کیا، اسی طرح کئی بار چنیوٹ میں میرا قیام مولانا منظور چنیوٹی مرحوم کے ہاں بھی ہوتا تھا، پہلی مرتبہ جب ان کے ہاں گیا تو میں نے مولانا جانبازؒ کے حوالہ سے اپنا تعارف کروایا، سن کر نہایت خوش ہوئے اور خوب تکریم کی، مولانا چنیوٹی صاحب جب بھی سیالکوٹ آتے تو مولانا جانبازؒ کی درس گاہ میں ضرور تشریف لاتے، کتاب کے لیے جب تمام مواد اکٹھا ہو گیا تو میں روزانہ شام کو ترتیب شدہ مسودہ مولانا جانبازؒ کو دکھاتا، مولانا نہایت دلچسپی سے پڑھتے اور ضروری اصلاح فرماتے۔

کتاب جب مکمل تیار ہو گئی تو اس کا نام ''حنفیت و مرزائیت'' رکھا گیا، انہی دنوں شہید ملت علامہ احسان الٰہی ظہیر شہیدؒ نے جماعت کے جید علمائے کرام کی ایک میٹنگ لاہور میں بلائی، جس کی صدارت ولی کامل پیر سید بدیع الدین راشدیؒ فرما رہے تھے، جس کا ایک مقصد جمعیت کے پلیٹ فارم سے تصنیف و تالیف کا کام بھی کیا جائے، چونکہ شیخ الحدیث مولانا محمد علی جانبازؒ ناظم طبع و تالیف مرکزی جمعیت اہل حدیث پاکستان تھے، اس لیے سیالکوٹ سے مجھ سمیت مولانا جانبازؒ، پروفیسر میاں محمد یوسف سجاد صاحب اور پروفیسر حافظ ساجد میر صاحب شامل میٹنگ تھے، سیالکوٹ سے ہم پروفیسر حافظ ساجد میر صاحب کی گاڑی میں لاہور گئے، لاہور شہر میں داخل ہونے کے بعد کسی سڑک پر ٹریفک پولیس والے نے روک لیا، محترم ساجد میر صاحب کا ڈرائیونگ لائسنس چونکہ اس وقت بین الاقوامی تھا اور پولیس والا اپنی جہالت کی وجہ سے سمجھ نہیں پا رہا تھا، میر صاحب نے ٹیلی فون پر علامہ صاحب سے رابطہ کیا اور صورتِ حال سے آگاہ کیا، علامہ صاحب نے فرمایا: میری اس سے بات کروائیں، علامہ صاحب نے فون پر اس کی خوب خبر لی، جس پر وہ نہایت شرمندہ ہوا اور جانے دیا۔

میٹنگ کے دوران جب پروفیسر میاں محمد یوسف سجاد صاحب نے ''حنفیت و مرزائیت'' کا مسودہ علامہ صاحب کے سامنے رکھا تو دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور کتاب میں شامل تصدیر، تقدیم، پیش لفظ اور باعث تالیف غور اور دلچسپی سے پڑھنے لگے، پھر فرمایا: چنیوٹ میں ختم نبوت کانفرنس نزدیک آ رہی ہے، اس سے پہلے کتاب چھپ جانی چاہیے، چنانچہ میری پہلی تالیف ''حنفیت و مرزائیت'' پہلی مرتبہ چنیوٹ کانفرنس میں مفت تقسیم ہوئی، یوں پھر تصنیف و تالیف کا سلسلہ چل پڑا اور درج ذیل کتب منصۂ شہود پر آئیں:

1......حنفیت و مرزائیت' 2......تحفۂ رمضان المبارک' 3......احسن الکلام (فضائل درود شریف)
'4......ہم اہل حدیث کیوں ہیں؟ ' 5......اصلی اہل سنت' 6......السلام علیکم (احکام و مسائل)'
7......کھلے خط کا جواب' 8......رضا خانی اشتہار پر ایک نظر' 9......فقہائے احناف کا منصفانہ فیصلہ'
10......حدیث رسول ﷺ پر رضا خانی اعتراضات کا علمی و تحقیقی جائزہ' 11......ندائے یا محمد! کی تحقیق'

12......درس جہاد' 13...... گستاخ کون ہیں؟ (غیر مطبوعہ)' 14......کوفہ سے بریلی براستہ قادیاں (غیر مطبوعہ)

میری تین کتابیں سرکاری طور پر ضبط ہو چکی ہیں، ضبطی کا اعلان جب اخبارات میں چھپا، تو مولانا جانبازؒ کو بھی مبارک بادیں موصول ہوئیں، مولانا فرمانے لگے: کمال ہے ضبطی پر بھی مبارک باد ہوتی ہے؟ بتایا گیا: حضرت!!اس کا مطلب ہے کہ مخالفین کے پاس اس کا جواب نہیں، تو نہایت خوش ہوئے۔

میں جس دن گھر سے بھاگ کر سیالکوٹ آیا اس دن سے لے کر آج تک زندگی کے تمام سفر میں میرا جتنا بھی تبلیغی، تصنیفی اور تالیفی کام ہے، سب کا سب مولانا جانبازؒ کی شفقت، راہ نمائی اور سرپرستی کا ہی مرہون منت ہے، میری منزل کے نقوش راہ مولانا جانبازؒ نے ہی متعین کیے، ورنہ میں تو خراد مشین کا ایک مزدور کاریگر تھا، مولانا جانبازؒ اپنے قریب بیٹھنے والوں کو زیادہ سے زیادہ مطالعہ کرنے اور زیادہ سے زیادہ لکھنے پر ابھارتے تھے، مولانا کے وسیع کتب خانہ سے میں نے خوب استفادہ کیا، کتاب خریدنے اور جمع کرنے کا شوق بھی مجھے مولانا کی طرف سے ملا، آج میرے پاس بھی ایک معقول لائبریری ہے۔

ذمہ داریاں:

تقریباً پندرہ 15 سال جامع مسجد اہل حدیث محلہ واٹرورکس سیالکوٹ اور اب گزشتہ چودہ سال سے مرکزی جامع مسجد اہل حدیث فتح گڑھ میں خدمت دین میں مصروف ہوں، یہاں میری آمد سے قبل مسجد کا حدود اربعہ تین سے چار مرلے کے درمیان تھا، میرے پہلے جمعہ کی ادائیگی کے موقع پر مجھ سمیت 21 نمازی تھے، آج الحمدللہ مسجد کا حدود اربعہ ڈیڑھ کنال سے متجاوز ہے اور نمازیوں کی تعداد بھی انتہائی حوصلہ افزا ہے۔

جماعتی ذمہ داریاں:

گزشتہ کچھ عرصے سے چیئرمین علماء بورڈ مرکزی جمعیت اہل حدیث شہر سیالکوٹ، سرپرست اعلیٰ مرکزی جمعیت اہل حدیث شہر سیالکوٹ، ناظم اعلیٰ شعبہ تبلیغ و ناظم اعلیٰ شعبہ تصنیف و تالیف شہر سیالکوٹ کی ذمہ داریوں پر مصروف عمل ہوں۔

محترم قارئین کرام! یہ ہے وہ تفصیلی انٹرویو جو مولانا عبدالغفور اثریؒ نے راقم کی تالیف ''تذکرہ مساجد اہل حدیث شہر سیالکوٹ'' ناشر مکتبہ رحمانیہ ناصر روڈ سیالکوٹ کے لیے دیا (مطبوعہ جولائی 2010ء کے صفحہ نمبر: 411 تا 419 پر درج ہے) یقینی طور پر کہا جا سکتا ہے کہ مولانا اثریؒ کی طرف سے ان کی زندگی سے متعلق جو معلومات پہلی اور آخری مرتبہ منظر عام پر آئیں، وہ یہی ہیں۔

کہتے ہیں کہ مولانا اثری صاحب نے اپنی زندگی مجرد گزاری ہے، شاید اس لیے موصوف اپنی نجی زندگی سے متعلق بہت کم گفتگو کرتے، بہر حال مولانا عبدالغفور اثری صاحب کی شخصیت خصوصاً سیالکوٹ اور گوجرانوالہ میں کسی

تعارف کی محتاج نہیں۔ علمی، سماجی اور تنظیمی اعتبار سے وقت کی رفتار بھانپ کر چلنے والے، جماعتی پروگراموں کی جان، بلکہ روحِ رواں، ہر دینی و تبلیغی پروگرام میں یقینی آمد، تعلقات بنانے اور استوار رکھنے میں ہمیشہ پہل کرنے کو ترجیح دینے والے، مسلک کی ایسی سچی لگن اور تڑپ کہ نتائج سے بے پرواہ ہو کر موذی سے موذی جانور کے بل میں بے خوف خطر و گھس جانے والے، اپنی اسی افتادہ طبع کی بنا پر مسائل و مشکلات میں گھرے رہنے والے، جو ملنے آ گیا اسے دیکھ کر پھولے نہیں سمائے، جو نہیں ملا اسے وفا و جفا سے بے نیاز خود ملنے چلے گئے، ہمیشہ پیدل سفر کو ترجیح دی اور فلسطینی راہ نمایا سر عرفات کی طرح ہمیشہ سر پر رومال اور اضافی طور پر چہرہ بھی ڈھکا ہوا۔

چالیس سالہ دینی و تنظیمی خدمات کے دوران درجنوں مساجد کی تعمیر اور توسیع کے باوجود ذاتی سائیکل نہ موٹر سائیکل اور نہ ہی ایک دو مرلے کا ذاتی مکان، مہمان نوازی ایسی ضرب المثل کہ ہر شخص تعریف کناں، ایک قریبی ساتھی قاری محمد صالح صاحب کے بقول کہ مولانا اثری صاحب کی جیب میں جب ایک ہزار روپیہ جمع ہو جاتا تو دوستوں کو تلاش کرتے پھرتے کہ آؤ کھانا کھائیں، جب کہ ذاتی خوراک نہایت قلیل، ذاتی پسند و ناپسند کے باوجود مسلک اور جماعتی وابستگی کو ہمیشہ ترجیح دینے والے، دنیا داری میں کسی سے کچھ لینے سے ہمیشہ گریزاں، جب کہ کسی کی ضرورت پوری کرنے کے لیے ہمیشہ تیار۔

اکرابدن، گہری آنکھیں، قدرے آگے بڑھی ہوئی کشادہ پیشانی، غصہ سے بے نیاز، ہمیشہ مسکراتا چہرہ، بات بات میں مزاح اور قہقہے کا پہلو نمایاں، دینی و تنظیمی کاموں میں ساتھیوں سے مشاورت اور ان کی حوصلہ افزائی، کام سے نیاز مندی، نام سے بے نیازی، سینکڑوں افراد کو عقیدہ توحید اور مسلک اہل حدیث کی طرف راغب کرنے کے مسبب، درجن بھر سے زائد تحقیقی و علمی کتب کے مصنف مورخہ 27 اگست 8/2013 بروز منگل صبح دس گیارہ کے درمیان اپنے ایک مخلص ساتھی قاری محمد الیاس اکرم کے ساتھ ایمن آباد روڈ موضع منڈیالہ تیگہ کے قریب پک اپ گاڑی اور موٹر سائیکل کے درمیان ایک المناک حادثہ میں شہید ہو گئے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مولانا اثری صاحب کی پہلی نمازِ جنازہ اسی روز بعد از نمازِ مغرب مرکزی عیدگاہ شہاب پورہ روڈ سیالکوٹ میں امیر محترم پروفیسر حافظ ساجد میر صاحب نے پڑھائی، جب کہ دوسری نمازِ جنازہ بعد از نمازِ عشاء گوجرانوالہ کھوکھر کی روڈ میں شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد امین محمدی صاحب نے پڑھائی۔ اور انہیں گوجرانوالہ کی زمین میں ہی اسودہ خاک کیا گیا۔

یوں مسلک اہل حدیث کا شیدائی و فدائی اور بے باک ترجمان زندگی کی 48 بہاریں دیکھ کر اپنے دوست و احباب سمیت پوری جماعت کو سوگوار چھوڑ کر جنت کا راہی بن گیا۔ اللہ تعالیٰ ان کی حسنات کو قبول فرما کر ان کی بشری لغزشوں سے درگزر کرتے ہوئے انہیں جنت الفردوس میں بلند مقام عطا فرمائے (آمین)